دعوۃ الحق

سلسلہ
نشر واشاعت
نمبر

تسہیل المواعظ

از: مولانا انوار الحق صاحب مرحوم امروہی رحمۃ اللہ

# حاضری کا خوف

بعد نظر اصلاحی: حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ
محمد اشرف علی صاحب تھانوی
نور اللہ مرقدہ

## اس تسہیل المواعظ کے متعلق حضرت حکیم الامت کا ارشاد

احقر کا مشورہ ہے کہ مثل بہشتی زیور کے کوئی گھر اس سے خالی نہ رہنا چاہیے اس کا نفع گھر والوں کی درستی میں بہت جلد آنکھوں سے نظر آجائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ


زیر سرپرستی: یادگار خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ پوسٹ بکس نمبر: 2074 جامع مسجد قدسیہ
بالمقابل چڑیا گھر شاہراہ قائد اعظم لاہور۔ پوسٹ کوڈ نمبر: 54000 ☎ 042 - 6373310
042 - 6370371

ناشر: انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ)
نفیر آباد، باغبانپورہ، لاہور۔ پوسٹ کوڈ نمبر: 54920 ☎ 042-6861584-042-6551774

# القول العزیز

مجھے دوست چھوڑ دیں سب کوئی مہرباں نہ پوچھے
مجھے میرا رب ہی کافی مجھے کل جہاں نہ پوچھے
شب و روز میں ہوں مجذوب اور یاد اپنے رب کی
مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے

مجذوبؒ

القول العزیز حصّہ دوم ۱۹۶ صفحہ ۱۰۲

# حاضری کا خوف

تسہیل از

مولانا **انوار الحق** صاحب مرحوم امروہی رحمۃ اللہ

*

واعظ - اصلاحی نظر

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ **محمد اشرف علی تھانوی** صاحب نور اللہ مرقدہ


**یادگار خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ**

جامع مسجد قدسیہ بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہِ قائدِ اعظم، لاہور۔ پوسٹ بکس نمبر: 2074

پوسٹ کوڈ نمبر: 54000 فون: 6373310 - 042

E-mail: khanqahlhr@hotmail.com

**انجمن احیاء السنّہ** نفیر آباد ○ باغبانپورہ ○ لاہور

پوسٹ کوڈ نمبر 54920 فون: 6551774 - 042

نام وعظ ــــــــ خاتمہ ہی کا خوف

تسہیل از ــــــــ مولانا انوار الحق صاحب مرحوم امروہی رحمۃ اللہ علیہ

واعظ اصلاحی نظر ــــــــ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ


ناشر ــــــــ انجمن احیاء السنۃ لاہور

ملنے کے پتے

لٹریچر کی ترسیل بذریعہ ڈاک صرف ان پتوں سے ہوتی ہے

یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ
جامع مسجد قدسیہ بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہ قائداعظم، لاہور۔ پوسٹ بکس نمبر: 2074
پوسٹ کوڈ نمبر: 54000 فون: 6373310 - 042
E-mail: khanqahlhr@hotmail.com

انجمن احیاء السنۃ
نفیر آباد ٥ باغبانپورہ ٥ لاہور
پوسٹ کوڈ نمبر 54920 فون: 6551774 - 042

ڈاکٹر عبدالمقیم
خلیفہ مجاز: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
32۔ راجپوت بلاک، نفیر آباد، باغبانپورہ لاہور پوسٹ کوڈ نمبر 54920 فون: 6551774 - 042
Mob: 0300-0321-0334-0313-9489624 ,

# حاضری کا خوف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا - اَمَّا بَعْدُ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی ○ (پ ۳۰، رکوع ۴، آیت ۴۰، ۴۱)

جو شخص کہ ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے اور روکا نفس کو خواہش سے تو اس کا ٹھکانا جنت ہے۔

یہ آیت سورۃ والنازعات کی ہے۔

## کسی چیز کی خواہش جب ہی معتبر ہے جب اسکے ذریعوں کو بہم پہنچاویں ورنہ نری ہوس ہی ہوس ہے

## اس کے لیے کئی مثالیں

اس میں حق سبحانہ تعالےٰ نے ایک ایسی چیز کے حاصل کرنے کا طریقہ بتایا ہے جس کو ہر شخص چاہتا ہے۔ اگر ذرا بھی کسی کو اس کی خبر ہو جاوے تو وہ عاشق ہو جاوے مگر پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ کسی چیز کی خواہش جب ہی معتبر ہوتی ہے کہ جب اس کے ذریعوں میں کوشش کی جائے جو شخص کسی چیز کا طالب ہو مگر اس کے ذریعے بہم نہ پہنچاوے تو اس کو اس چیز کا طالب نہیں کہہ سکتے۔ مثلاً کوئی مالدار ہونا چاہے تو مال حاصل ہونے کے ذریعوں کا بہم پہنچانا اس کے ذمہ ضروری ہے مگر جب اس سے کہتے ہیں کہ ان علموں کو حاصل کرو جو روپیہ کمانے کے لیے ضروری ہیں پھر کسی واقف کار کی صحبت میں رہ تاکہ ان علموں پر عمل یعنی کمائی کرنے میں مہارت ہو پھر کوئی کام شروع کر اور آمدنی اور خرچ کا حساب رکھ کر خرچ آمدنی سے کم رہے تاکہ کچھ بچے اور تھوڑا تھوڑا جمع ہو کر ایک رقم ہو جاوے اور تو مالدار ہو جائے تو وہ یوں کہتا ہے کہ واہ صاحب مجھ سے علموں میں محنت نہیں ہوتی کسی کے نخرے نہیں اُٹھائے جاتے اور پابندی کا بوجھ اپنے اوپر کیوں لوں اور خرچ کو ایک حد میں کر کے دل کو کیوں ماروں جتنا دل چاہے گا اتنا خرچ کروں گا تو ایسے شخص کو مالدار ہونے کا طالب نہیں کہہ سکتے ایسے آدمی کو بوالہوس[1] کہتے ہیں یا مثلاً کوئی شخص جامع مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب لینا چاہتا ہے مگر ان راستوں کو نہیں چلتا جن سے جامع مسجد پہنچے اور قدم نہیں بڑھاتا تو یہ شخص جامع مسجد میں کیسے پہنچے گا ؟ اور کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ جامع مسجد کے ثواب کو چاہتا ہے ہرگز نہیں یا کوئی شخص چاہتا ہے کہ غلہ اس کے پاس آوے اور اس

---

[1] نری ہوس رکھنے والا

سے کہتے ہیں کہ کھیتی کر زمین میں بیج ڈال پانی دے کھیت کی حفاظت کر تو یوں کہتا ہے کہ کون کھیتی کرے اور سچائی کس سے ہو سکتی ہے کون گھر چھوڑ کر حفاظت کے لیے جنگل میں پڑے۔ مجھے تو بس غلہ چاہیے۔ تو ایسا شخص احمق ہے اور غلہ کا طالب نہیں اور یا جیسے کوئی اولاد چاہے اور جب اس سے کہیں کہ نکاح کر و اولاد ہو گی تو وہ یوں کہتا ہے کہ کون بکھیڑے میں پڑے نکاح میں ایک رقم خرچ کرو پھر روٹی کپڑا بیوی کا میرے ذمہ ہو۔ مکان کی ضرورت پڑے اور طرح طرح کی مصیبتیں کون مول لے میں نکاح تو کرنے کا نہیں بس لڑکا چاہتا ہوں۔ تو ایسا شخص احمق ہے کیونکہ اللہ میاں نے تو اس خاص کام کو اولاد کے لیے ذریعہ رکھا ہے جو اس کو اختیار کرے گا اولاد ہو گی اور جیسے کوئی چاہے کہ پیٹ بھر جاوے اور اس سے کہیں کہ کھانا کھاؤ لقمہ چباؤ اور نگلو پیٹ بھر جائے گا تو یوں کہتا ہے کہ میں تو یہ نہیں کرنے کا ظاہر ہے کہ ایسا شخص احمق اور بے وقوف ہے خلاصہ یہ نکلا کہ کسی کا طالب اگر ذریعوں کو بہم پہنچائے تو طالب ہے ورنہ بوالہوس۔

## لوگ دُنیا کے بارہ میں تو اس قاعدہ کو مانتے ہیں مگر دین کے معاملہ میں بے وقوف بن جاتے ہیں۔

اب تعجب یہ ہے کہ یہ قاعدہ دُنیا کے کاموں میں تو ہر کس و ناکس واقف کار، جاہل، بڑے اور چھوٹے سب کے نزدیک مانا ہوا ہے کہ جس چیز کا حاصل کرنا منظور ہو تو اس کے ذریعوں کو بہم پہنچانا ضروری ہے۔ مگر جب دین کا معاملہ آتا ہے تو بڑے بڑے سمجھ دار لوگ بے وقوف بن جاتے ہیں۔ وہاں مقصود کی زبانی طلب کو طلب کہنے لگتے ہیں اور دل میں اطمینان رہتا ہے کہ ہم بڑے طالب ہیں اور اس طلب پر نتیجہ ضرور ہو گا۔ اگر یہ دین کے معاملہ میں ٹھیک ہے تو اس کو بھی ماننا چاہیے کہ زبان سے اولاد اولاد کہنے والا بھی بچہ

کا طالب ہو اور امید رکھنی چاہیے کہ ایسے شخص کے اولاد ہوگی (معلوم نہیں کس طرح ہوگی شاید مرد کے بچہ پیدا ہوگا) حالانکہ فرق کی کوئی وجہ نہیں کہ دُنیا میں تو ذریعوں کو دخل ہو اور آخرت میں نہ ہو بلکہ غور سے دیکھا جاوے تو معاملہ اس کے خلاف ہے۔

## دنیا کے اسباب کو مقاصد میں اتنا دخل نہیں جتنا کہ آخرت کے اسباب کو دخل ہے

وہ یہ کہ دُنیا کے اسباب کو اتنا دخل اپنے مقصدوں میں نہیں ہے جتنا کہ آخرت کے اسباب کو اپنے مقصدوں میں دخل ہے یعنی دُنیا کے ذریعے بہم پہنچانے سے یہ ضروری نہیں کہ مقصد حاصل ہو ہی جاوے۔ بخلاف آخرت کے کہ اس کے اسباب بہم پہنچانے سے ضرور نتیجہ پیدا ہوگا۔ چنانچہ دلیلیں اور واقعات اس کو ثابت کر رہے ہیں۔ دیکھئے قرآن وحدیث میں کہیں نہیں آیا کہ دُنیا کے اسباب جمع کرنے پر ضرور مقصد حاصل ہوگا اور تجربہ اور واقعات سے بھی یہی نکلتا ہے چنانچہ اکثر وقت کھیتی کرتے ہیں اور ایک دانہ بھی نہیں پیدا ہوتا۔ یہی حال عزت وآسودگی کا ہے کہ بہت سی تدبیریں کرتے ہوئے عُمر گذر جاتی ہے مگر غریبی ہی رہتی ہے اور کبھی بے تدبیر آدمی مالدار ہو جاتا ہے۔

## عزّت و مالداری تدبیر پر منحصر نہیں

اگر لوگ غور کریں گے تو یہ کبھی نہ کہیں گے کہ عزت و مالداری تدبیر پر ہے۔ مَیں نے خود ایسی صورتیں دیکھی ہیں کہ جن کی اوقات کسی وقت میں دو آنہ تھی آج وہ لکھ پتی ہو گئے۔ اگر آپ کہیں کہ انھوں نے تدبیر سے اس قدر مال حاصل کیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ آپ ان کے پاس جائیے اور اوّل سے آخر تک ان کی عمر کے حال

لکھیے اور ان کی ساری تدبیریں بھی لکھیے کہ پہلے ان کے پاس دو آنہ تھے انھوں نے فلاں سودا خریدا اور صبح سے شام تک پھیرے کر کے بیچا اس میں ایک آنہ نفع ہوا ایک آنہ میں سے آدھا کھایا اور آدھا اصل میں شامل کیا اور اگلے دن ڈھائی آنہ کا سودا لے کر پھیری کی ساڑھے تین آنہ یا چار آنہ ہو گئے اسی طرح اصل مال بڑھتا گیا یہاں تک کہ جب آنوں سے روپیہ ہو گئے تو کچھ بچانے لگے۔ جب ایک رقم کافی جمع ہو گئی تو جائداد خرید لی پھر اس کی آمدنی کو ضرورت کے موافق خرچ کیا اور کچھ خزانہ میں رکھتے گئے یہاں تک بڑھتے بڑھتے ایک لاکھ تک نوبت پہنچی لکھ پتی ہو گئے اس شخص کے اس بیان کو خوب تفصیل سے لکھیے بلکہ جو باتیں اس مدت میں اس کو پیش آئی ہیں تاریخ وار لکھ لیجئے اور آپ بھی ایسا ہی کیجئے جیسا انھوں نے کیا۔ میں کہتا ہوں کبھی بھی تو ان تدبیروں سے آپ ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ تدبیر سے اس نے حاصل کیا اور تم نہیں کر سکتے۔ وجہ اس کی یہی ہے کہ سب کچھ اللہ میاں کے حکم سے ہوتا ہے۔ بس ثابت ہو گیا کہ دُنیا کے اسباب پر ہمیشہ اللہ میاں نتیجہ مرتب نہیں فرماتے۔

## آخرت کے اسباب پر نتیجہ پیدا ہونا یقینی ہے

اب آخرت کو لیجئے

اس کے اسباب جمع کرنے پر نتیجہ پیدا ہونا یقینی ہے۔ چنانچہ دیکھئے فرماتے ہیں وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل آیت: ۱۹) یعنی جو کوئی آخرت کا طالب ہو اور کوشش کرے تو اس کی کوشش برباد نہ جائے گی۔ بلکہ ایک اور آیت میں فرماتے ہیں نَزِدْ لَهٗ فِیْ

حَسَنَۃٍ یعنی اس کا نتیجہ عمل کے موافق ہی نہیں زیادہ دیا جائے گا دیکھ لیجئے کہ وعدہ کے یقینی ہونے سے نتیجہ پیدا ہونا ضروری اور یقینی ہُوا یا نہیں۔ خلاصہ یہ کہ میری بات ثابت ہوگئی کہ دُنیا کے اسباب کے اوپر نتیجہ پیدا ہونے کا کہیں وعدہ نہیں اور اسباب آخرت کے لیے وعدہ ہے۔ پھر تعجب ہے کہ دنیا میں جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں اکثر یہی ہے کہ جتنا چاہتے ہیں ملتی ہی نہیں مگر پھر ذریعے جمع کرنے سے غفلت نہیں کی جاتی اور غفلت کرنے والے کو احمق سمجھتے ہیں اور آخرت میں اتنا ملتا ہے جس کا ارادہ بھی نہیں ہو سکتا۔ مگر ذریعوں سے غفلت ہے اور غفلت کرنے والے کو کوئی احمق نہیں کہتا چنانچہ اللہ میاں فرماتے ہیں فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ترجمہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے واسطے کیا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے اور حدیث قدسی میں فرماتے ہیں۔ اُعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصّٰلِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ ترجمہ مَیں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ چیزیں تیار کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سُنیں نہ ان کا خیال کسی انسان کے دل میں گذرا۔ حالانکہ خیال بڑی وسیع چیز ہے۔ مگر حدیث کی رو سے وہ چیزیں اسباب آخرت جمع کرنے پر ملیں گی جو خیال میں بھی نہ آسکیں۔ اب سوچئے کہاں تک سوچیں گے۔ جمال۔ باغ۔ نہریں۔ خدمتگار کھانے پینے کی چیزیں وغیرہ جہاں تک بھی آپ کا خیال پہنچے۔ پھر ایک صورت یہ نکالیے کہ خیال سے بھی باہر ہو اور عقل اس کے دریافت کرنے سے عاجز ہو۔ وہ آخرت میں ملے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور ایک چیز وہاں وہ ہے کہ اس کا لفظ ہی قرآن شریف و حدیث مبارکہ میں سُنا ہے اس کی حقیقت تو عقل میں آہی نہیں سکتی وہ حق سُبحانہ تعالےٰ کا دیدار ہے جو جنت میں

سب سے بڑی نعمت ہو گی غرض آخرت کے اسباب تو جمع کرنے پر نتیجہ پیدا ہونا یقینی ہوا مگر دُنیا کے اسباب پر نہیں تو جو شخص اسباب تو جمع نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میں طالب جنت ہوں تو کیسے اس کو طالب کہا جا سکتا ہے اسی واسطے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ تعجب ہے جنت کے طالب پر کہ اس کا طالب کیسے سوتا ہے جب ثابت ہو گیا کہ جنت کے حاصل کرنے کے لیے اس کے ذریعوں کا جمع کرنا ضروری ہے تو جو آیت شروع میں مَیں نے پڑھی تھی اس میں حق سُبحانہ تعالےٰ نے جنت کی طلب کا ذریعہ بتایا ہے جس کے ملنے کی سب کو چاہت ہے۔

## آیت سے تو جنت کی طلب کا ثبوت ہے اور بعض بزرگوں کا فعل اسکے خلاف اور اسکا جواب

یہاں ایک بات اور قابل بیان ہے کہ آیت سے تو جنت کا طلب کرنا ثابت ہوتا ہے اور اولیاء اللہ میں بعض ایسے گذرے ہیں جن کے کلام میں یہ موجود ہے کہ نہ ہم کو جنت کی طلب ہے نہ دوزخ کا ڈر۔ اس صورت میں یہ اعتراض ہو گا کہ یا تو جنت کی طلب نہ چاہیے یا وہ لوگ قرآن کے خلاف ہیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اس قسم کی حکایتیں اہلِ حال کی ہیں وہ حضرات اس میں معذور تھے۔ ایسی باتیں کوئی جذب میں کہہ گیا۔ جان بوجھ کر کہنا یا اس کو کمال سمجھنا بڑی غلطی ہے خوب یاد رکھیے کہ جذب کوئی کمال نہیں اور نہ وہ اختیار میں ہے جو لوگ اختیار سے ایسی باتیں کہتے ہیں وہ کسی درجہ میں بھی شمار نہیں چنانچہ اس زمانہ میں یہ حال ہے کہ جو کوئی واہی تباہی باتیں بکتا ہے اس کو بڑا پہنچا ہوا سمجھتے ہیں یوں کہا کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ مست ہیں۔ ایسی باتوں میں اہل حال تو معذور تھے اور جو جان بوجھ کر کرتے ہیں وہ معذور نہیں ہیں۔ آیتوں اور حدیثوں میں صاف طور سے جنت

کی طلب موجود ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ اَوْعَمَلٍ

اے اللہ میں آپ سے جنت مانگتا ہوں اور وہ کام کہ جو قریب کر دے خواہ قول ہو یا عمل

ان حکموں کو دیکھ کر کسی کا کیا منصب ہے کہ جان بوجھ کر ایسا کہے البتہ اہل حال معذور تھے

## اب تو لوگ بزرگوں کے نقال رہ گئے ہیں

اب تو لوگوں میں حال ہی نہیں رہا نقل ہی نقل رہ گئی ہے۔ مجھ کو ایک شخص اسی سفر میں ملے کہ وہ کچھ مال کی مدد چاہتے تھے لمبی لمبی باتیں کرنے لگے کہ کیا پرواہ ہے جنت کی اور کیا خیال ہے دوزخ کا۔ میں نے کہا کہ میاں بیٹھے بھی رہو چار روپیہ کے لیے تو گھر چھوڑے پھرتے ہو جنت کی طرف توجہ بھی نہ کرو گے۔ خلاصہ یہ کہ لوگوں کا خیال ہر حال میں یہ ہے کہ جنت کی طلب سے نہ طلب کرنے کا درجہ بڑھ کر ہے۔ حالانکہ غور کرنے سے اس کا خلاف ثابت ہوتا ہے کہیں آیات و احادیث میں اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ نہ طلب کرنا اچھی چیز ہے۔ بہت سے بہت یہ کہہ سکتے ہیں کہ نہ طلب کرنے والا معذور ہے۔ سو معذوری میں فضیلت کہاں۔ ذرا سی بات میں وجد آجانا دھاڑیں مارنا عاجزوں کا کام ہے۔ جو کمال والا ہے اس کو حال نہ آنسو ٹپکا سکتا ہے نہ اس کے بدن میں حرکت پیدا کر سکتا ہے نہ اس کی زبان سے بے ساختہ باتیں نکلوا سکتا ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالحق صاحب دہلویؒ فرماتے ہیں۔ منصور بچہ بود کہ از یک قطرہ بفریاد آمد اینجا مردانند کہ دریا ہا فرو برند آروغ نزنند۔ ترجمہ: منصور بچہ تھا کہ ایک قطرہ سے شور مچا بیٹھا یہاں مرد ہیں کہ دریا پی جاویں اور ڈکار نہ لیں یہ یاد رکھیے کہ جب ادھر سے ہی جنت کی طلب کا حکم ہے تو طلب نہ کرنا حکم سے باہر ہوتا ہے۔

اطاعت کرنے والا نو اطاعت میں ایسا محو ہوتا ہے جیسے کسی کو شراب پلا دیں کہ اس کو پی کر آدمی سب طرف سے بے خبر ہو جاتا ہے۔

## اعتراض کہ اگر نماز میں محویت ہو تو رکوع و سجدہ کیسے ہو اور اس کا جواب

بعض ناواقف اعتراض کرتے ہیں کہ اگر نماز میں محویت ہو جاتے تو رکوع اور سجدے کیسے ہوں جواب یہ ہے کہ محو ہونے کے معنی یک طرفی کے ہیں کہ اس میں صرف اللہ میاں کی طرف خیال ہو جاتا ہے ظاہر ہے کہ اس صورت میں عبادت بہت اچھی ہو گی رکوع و سجدہ نہ ہونا کیا معنی۔ عام لوگ محو ہونا اسے سمجھتے ہیں کہ واہی تباہی باتیں زبان سے نکال دیں۔ یا آیندہ پیش آنے والی باتوں پر دعوے سے حکم لگا دیں۔ اس کو بڑا کمال سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ میاں پر ایسا ناز ہے جو منہ سے نکل گیا وہ پورا ہو کر رہتا ہے اس کا انکار نہیں کہ دُعا قبول ہوتی ہے مگر ہر چیز کو مانگ بیٹھنا اور دعوے کا حکم لگا دینا نہیں ہو سکتا ہے جو بے خود ہیں یہ محو ہونا لائق تعریف نہیں ہے۔ یہ تو معلوم ہو گیا کہ جنت کی طلب فرض اور اس کے لیے حکم ہے اب وہ بات یاد ہو گی کہ ذریعہ کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ جب جنت ہر شخص کی مطلوب ہے تو اس کے ذریعوں کی طلب بھی ہر ایک کے ذمہ ہے ورنہ وہی نری ہوس ہو گی۔

## آیت میں جنت کے ذریعوں کا گر بیان ہوا ہے جسمیں نہایت آسانی ہے

تو جو آیت شروع وعظ میں پڑھی تھی اس میں اس ذریعہ اور طریق کو بیان کرتے ہیں کہ وہ کیا ہے

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ

ھِیَ الْمَاْوٰی ۔ سبحان اللہ بادشاہوں کا کلام بھی تمام کلاموں کا بادشاہ ہوتا ہے جیسے
اللہ میاں ہیں ویسا ہی ان کا کلام ہے جنت سی چیز کے لیے جس قدر بھی ذریعے اور طریقے
طلب کے ہوتے کم تھے مگر حق سبحانہ تعالےٰ نے ایک ایسی بات بتادی جیسے گر ہوتا ہے
یہ ظاہر ہے کہ جس کو کسی چیز کا گر معلوم ہو جائے تو اس کو بڑی آسانی ہو جاتی ہے ۔ چنانچہ
نبیوں کو دیکھئے کہ کتنی جلدی حساب لگا لیتے ہیں وجہ یہی ہے کہ ان کو گر یاد ہوتے ہیں
گر کا حاصل یہ ہے کہ بہت سی چیزوں کا یاد رکھنا انسان کو مشکل اور دقت طلب ہوتا ہے
اس لیے ایک قاعدہ اس کے لیے مقرر کر دیا جاتا ہے کہ اس قاعدہ پر عمل کرنے سے کوئی
دقت پیش نہیں آتی ۔ مثال اس کی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے نوکر کو محفل کے دروازہ پر بٹھا
دے اور کہہ دے کہ غیر آدمیوں کو اندر نہ آنے دینا تو اس کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ زید
عمر و بکر خالد وغیرہ کے ایک سو نام لکھ کر دیئے جائیں کہ ان میں سے جو کوئی آئے تو اندر نہ
آنے دینا ۔ اس میں بڑی دقت ہے کہ ایک فہرست بنانی ہو گی پھر آنے والوں کے نام
پوچھنے پڑیں گے ۔ ہر دفعہ ساری فہرست دیکھنی پڑے گی ہر آنے والے کو کچھ دیر ٹھہرنا
ہو گا ۔ آسانی اس میں ہے کہ سیدھا یوں کہہ دے کہ جس کو تو نہ پہچانتا ہو اس کو نہ آنے
دینا ۔ گویا یہ گر ہو گیا کہ اس میں کوئی دقت نہیں

ایسے ہی جنت حاصل ہونے کے لیے بہت سے طریقے ہیں جن کا علیحدہ
علیحدہ یاد رکھنا نہایت دشوار تھا اس لیے حق سبحانہ تعالےٰ نے ایک ایسی بات بتادی
کہ جب اس کی رعایت رکھی جاوے تو جو کام بھی کیا جائے گا تو اس کو کچھ نہ کچھ دخل جنت
کے حاصل ہونے میں ضرور ہو گا ۔ اللہ میاں کے کلام کی قدر اسی کو آتی ہے جو طالب ہے
جب کسی کے جنت پیش نظر ہو تو اس کو انتہا درجہ کا شوق پیدا ہو گا اور جب یہ بتایا جاوے

کہ اس کی طلب کے فلاں فلاں طریقے ہیں (بوجہ اس کے کہ جنت بڑی چیز ہے اس لیے اس کے طریقے بھی زیادہ ہوں گے) تو وہ شخص بہت سے طریقے دیکھ کر گھبرا اُٹھے گا مگر چونکہ شوق انتہا درجہ کا ہو چکا ہے اس لیے یہ تو ہوگا نہیں کہ چھوڑ بیٹھے بلکہ ایک حالت سخت بے قراری کی ہوگی اگر اس شخص کو کوئی ایسا گُر بتا دیا جاوے جو سب طریقوں کو شامل ہو تو اس کی کیفیت وجد کی سی ہو جاوے گی۔ ایسے شخص کو کلام الٰہی کی قدر معلوم ہوگی اسی قاعدہ کلیہ کو جس کی تعبیر پہلے گُر سے کی ہے، فرماتے ہیں:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى
فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (پ۳۰، رکوع ۴، آیت ۴۰، ۴۱)

## آیت میں دو کام بیان فرمائے جو تمام طریقوں پر حصول جنت کو لیے ہوئے ہیں

اس آیت میں دو کام فرمائے ہیں جو تمام طریقوں کو جامع ہیں۔ ایک اپنے مالک کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف، دوسرا وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى یعنی اپنے نفس کو خواہش سے روکنا۔ جس شخص کے یہ دونوں باتیں ذہن میں بیٹھ جائیں تو ہر کام میں اس کی رعایت رکھنے سے بھلے بُرے میں تمیز آسانی سے ہو جاتی ہے گی۔ دیکھیے کتنی سہولت ہوگئی۔ جب آدمی کے دل میں خوف ہوگا کہ مجھے ہر کام پر اللہ میاں کے سامنے جواب دینا ہوگا تو اس کو تامل سے کرے گا اور خیال رکھے گا کہ یہ کام کہیں خلاف مرضی حق تعالےٰ نہ ہو۔ اس سے ایک خاص سمجھ بوجھ پیدا ہوگی کہ ہر بُرے عمل کو پہچان لے گا اور اس سے بچ جاتے گا اور سمجھ میں نہ آتے گا تو خوف کی وجہ سے اس کو مولویوں سے پوچھے گا اس طرح سے کوئی گناہ اس کی نظر سے نہ چھوٹے گا۔

## حد سے بڑھا ہوا خوف اچھا نہیں بلکہ نہایت مضر ہے اور

## جو خوف مطلوب ہے وہ رجا یعنی اُمید کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے

اور یہ سمجھ لیجئے

کہ خوف اتنا درکار ہے جس سے گناہ چھوٹ جائیں زیادہ اچھا نہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دُعا مانگتے ہیں کہ نَسْئَلُكَ مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ ـــــ اے اللہ ہم تیرا خوف اتنا مانگتے ہیں جو ہمارے اور ہمارے گناہوں کے بیچ میں پردہ ہو جاوے۔ امید کے ساتھ جو خوف ہے وہ یہی ہے اور اگر خوف ہی خوف ہو کہ امید نہ رہے اور نا امیدی تک نوبت پہنچے تو یہ کفر ہے۔ ایسے بڑھے ہوئے خوف سے گناہ چھوٹتے نہیں ہیں بلکہ آدمی یہ سمجھ کر کہ عبادت سے کیا ہوگا زیادہ گناہوں میں پڑ جاتا ہے۔ چنانچہ میں نے خود ایک شخص کو دیکھا کہ جن پر حد سے زیادہ خوف غالب ہو گیا تھا اور ان کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ شریعت میں جو خوف کا اوسط درجہ رکھا ہے وہ عین مصلحت ہے وہ یہ کہ ایک وکیل صاحب پہلے نماز روزہ کے خوب پابند تھے خوف غالب ہوا تو عجیب حالت ہُوئی پریشان ہو گئے ان کی یہ کیفیت تھی کہ زبان سے بات ٹھیک ادا نہیں ہوتی تھی قریب تھا کہ نماز بھی چھوڑ دیں اور یہ صورت ایک کتاب کو بطور خود دیکھ کر ہُوئی تھی۔

## دین کی اُردو کتابوں کو خود دیکھنا مضر ہے خاصکر تصوّف کی کتابوں کو

خوب سمجھ لیجئے کہ کتابوں کو خود دیکھنے سے یہ خرابی ہے۔ آج کل لوگ کہتے ہیں کہ اُستادوں کے نخرے کون اُٹھاتے عبارت کتاب کی اُردو ہوتی ہے۔ اس کے سمجھنے میں کیا

دِقّت ہے کیونکہ اردو ہماری مادری زبان ہے ۔ مَیں کہتا ہوں کہ اگر یہی بات ہے تو ہر شخص جس فن کا چاہے بدون استاد کے پورا جاننے والا بن سکتا ہے ۔ کیونکہ کتابیں ہر علم کی موجود ہیں حالانکہ تجربہ اس کے خلاف ہے ۔ مثل مشہور ہے کہ جائے استاد خالی است ۔ اُستاد کی جگہ خالی ہے ۔ مَیں کہتا ہوں کہ اُردو کتابوں کو سبق سبق کر کے اُستاد سے پڑھنا چاہیے ۔ خاص کر تصوف کی کتابوں کو بدون اُستاد کبھی نہ دیکھتے ۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے ۔ خیر ان وکیل صاحب نے احیاء العلوم کی کتاب خوف کو دیکھا تھا اور ایک موقعہ کو پُورا نہیں سمجھے ۔ اس سے ایسا خوف دل میں بیٹھا کہ بات نہ کر سکتے تھے اور نیند اُڑ گئی ۔ البتہ یہ خیر تھی کہ آپ ہی آپ کوئی رائے قائم نہیں کی ۔

## بزرگوں کی کتابوں کو دیکھ کر خود رائے قائم کر لینا بڑی غلطی ہے

جیسا کہ آج کل عادت ہے کہ بزرگوں کی باتوں کو کتابوں میں دیکھ کر کسی جاننے والے سے ان کے سمجھنے کی کوشش تو کرتے نہیں اپنی طبیعت سے جو چاہتے ہیں حکم لگا دیتے ہیں ۔ یہاں تک کہ ان بزرگوں سے بدعقیدہ ہو جاتے ہیں اور واہی تباہی باتیں بکنے لگتے ہیں یا اس کے موافق غلط عقیدہ رکھ کر خراب ہوتے ہیں ۔ وکیل صاحب میرے پاس آئے کہ جنت کی امید ہی نہیں خواہ کچھ ہی کرے ۔ تمام عمر کوشش کرے اور دُنیا کو بے مزہ کر دے ۔ اگر کتاب کا لکھا ہوا سچ ہے تو خاتمہ ذرا میں بگڑ سکتا ہے ۔ جس وقت میرے پاس کتاب لے کر آتے تو یہ حالت تھی کہ ہاتھ کانپتے تھے زبان لڑکھڑاتی تھی کتاب کی عبارت نہ پڑھی جاتی تھی یہ حال تھا کہ جیسے کسی کو پھانسی کا حکم سُنا دیا جاتا ہے میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ حد سے زیادہ خوف غالب آنا اچھا نہیں ۔ مَیں نے دوسرے

موقعہ اسی کتاب سے دکھائے بحمد للہ ان کے سارے شبہے جاتے رہے اور دل ٹھہر گیا وہ کہنے لگے کہ آپ نے مجھ کو بچالیا جانے کیا ہو جاتا میری جان نہ رہتی یا ایمان نہ رہتا کتاب میں سب کچھ لکھا ہے مگر استاد کی ضرورت ہے ۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَسْئَلُكَ مِنْ خَشْیَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیْكَ صرف اتنا خوف چاہتے ہیں کہ گناہوں کو روکے اس قدر نہیں کہ ہم اُٹھا نہ سکیں۔ جو خوف الٹا گناہ کا سبب ہو وہ بھی گناہ ہے ۔

## بڑھاپے میں امید اور جوانی میں خوف غالب رکھنا چاہیے اسی واسطے

لکھا ہے کہ بڑھاپے میں امید غالب رکھے اور جوانی میں خوف ۔ کیونکہ بوڑھے آدمی سے ویسے ہی کچھ نہیں ہو سکتا اگر خوف غالب ہو جائے گا تو رہے سہے ہاتھ پیر پھول جائیں گے اور امید میں کچھ نہ کچھ کیے ہی جائے گا اور جوانی میں طاقت ہوتی ہے خوف کو برداشت کر سکتا ہے ۔ جتنا خوف زیادہ ہو گا نفس کو تنبیہ ہو گی اس لیے گناہوں سے بچے گا اور اچھے کام کرے گا ۔ ہر موقعہ کی تدبیر جُدا ہے ۔ باطنی طبابت بھی ظاہری طبابت کی طرح ہے ۔ چنانچہ کبھی ٹھنڈی دوا پیتے ہیں ۔ کبھی گرم کبھی مسہل دینا پڑتا ہے کبھی قوت ۔ اسی طرح دل کے مرضوں کی تدبیریں جُدا جُدا ہیں ۔

## حق تعالٰی نے جو آیت میں گُر بتایا ہے اس سے ایک صورت بھی نافرمانی کی باہر نہیں

حق سبحانہ تعالٰی نے جو گُر بتایا ہے ۔ اگر اس کو سوچے تو ولی ہو جائے ایک صورت بھی نافرمانی کی اس سے باہر نہیں ۔ چنانچہ نافرمانی خواہش نفس سے ہوتی ہے مثلاً نماز نہ پڑھی یا دیر کر

کے پڑھی یا دل حاضر کر کے ادا نہ ہوئی۔ اگر غور کیا جائے تو سبب اس کا ضرور ایسا نکلے گا کہ خواہش نفس کے نیچے ہو۔ فرض کیجئے کہ نماز نہ پڑھنے کا سبب یہ ہوا کہ نیند آ رہی تھی عشاء کا وقت ہوا مگر آرام میں خلل گوارا نہ ہوا سو کر صبح کر دی۔ آرام اور تن کا پالنا یہ خواہش نفس ہی تو ہے۔ دیر بھی اکثر جب ہی ہوتی ہے کہ آدمی دوسرے کام میں لگا ہوا ہو اس کام کے بیچ میں رہ جانے سے نقصان مال کا اندیشہ ہوتا ہے اس نقصان کو گوارا نہ کیا اور نماز میں دیر کر دی یہ مال کی محبت ہے جو نفس کی خواہشوں میں سے ہے۔ اسی طرح نماز میں بے توجہی جبھی ہو گی کہ جب دوسری طرف توجہ ہو اور توجہ کا ایک طرف نہ رہنے دینا بھی نفس کا کام ہے اسی کی خواہش سے ہوتا ہے۔ قاعدہ یہ ہونا چاہیے کہ ہر بات میں خیال رکھے کہ نفس کی خواہش ہے یا نہیں۔ جب اس پر ہمیشگی کرے گا تو ممکن نہیں کہ اس سے گناہ ہو سکے تھوڑے دنوں عادت ڈالنے سے اس کا نفع معلوم ہو سکتا ہے۔ ہر کام کو کرتے وقت سوچ لیا کرو کہ اس میں نفس کو مزہ آتا ہے یا نہیں اگر لذت آتی ہے تو سمجھ لیجئے کہ یہ ضرور ایک صورت گناہ کی ہے، پھر اس مزہ کو اپنے اوپر غالب نہ کرو بلکہ تمہیں غالب ہو جاؤ۔ اس طرح کہ اس کے نقصانوں کو آنکھوں کے سامنے رکھو اور ان کے پاس تک ہی نہ جاؤ۔ اکثر گناہوں میں سب جانتے ہیں کہ نقصان ہیں مگر پھر خواہش نفسانی سے دب کر اس کو کرتے ہیں۔ مثلاً غیبت کرنے والا جانتا ہے کہ اگر اس شخص کو خبر پہنچے گی تو لڑائی ضرور ہو گی اور بہت سے نقصان پہنچیں گے نفع تو کوئی بھی نہ ہو گا مگر پھر کرتا ہے اور کرنے سے طبیعت کو چین ملتا ہے جیسے کسی سے بدلا لے لیا یہ خواہش نفسانی ہی تو ہے۔

## غیبت سننے والا بھی مثل کرنے والے کے ہے

ایسے بھی پرہیزگار ہیں کہ خود غیبت نہیں کرتے مگر ان کو سننے میں مزہ آتا ہے بہت ہمت کی تو یہ کیا کہ غیبت کرنے والے سے الزام اٹھانے کی غرض سے کہہ دیا کہ میاں جانے دو اور رغبت سے سُن رہے ہیں اور دل میں سمجھتے ہیں کہ مَیں غیبت سے بچا ہُوا ہوں بہت احتیاط کرتا ہوں۔ دوسرے کو منع کر دیتا ہوں۔ مگر یہ سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالےٰ کو دل کی خبر ہے صرف زبانی باتوں سے کیا کام چلتا ہے۔ اگر ان کے باپ کو کوئی گالیاں دینے لگے تو کیسے لڑنے لگیں گے منع کرنا اس کو کہتے ہیں۔ حضرات ایسے منع کرنے سے رہائی نہیں ہوتی۔ سننا بھی غیبت میں شامل ہے۔ ظاہراً غیبت نہ کی سہی۔ ظاہر بینوں کی نگاہ میں پرہیزگار بن جائیں مگر باطن میں تو مرض موجود ہے۔ نفس نے جو خواہش کی تھی اس کا ظاہر تک اثر نہ آیا سہی دل میں تو مزہ ہے اور اس کی طرف پکی خواہش موجود ہے۔ یہی نفس کی تابعداری ہے۔

## رشوت لینے میں نفس کی چال

نفس کی چال میں بڑے بڑے عقلمند آجاتے ہیں کوئی چیز رشوت میں مثلاً ملنے لگے تو نفس ضرورت بتاتا ہے کہ فلاں فلاں کام تجھے کرنے ہیں ان کے لیے اتنے خرچ کی ضرورت ہے اور اس کے ساتھ ہی حیلہ بھی ذہن میں آجاتا ہے کہ یہ شخص خوشی سے دیتا ہے اور تجھے ضرورت ہے۔ اس وقت لے لینا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کریم ہیں یہ ضرورتیں بھی رفع ہو جاویں اور پھر توبہ سے گناہ بھی نہ رہے گا۔ کیسی اچھی بات ہے حضرت یہ سب وہ تدبیریں ہیں جن سے نفس جال میں پھانستا ہے اور اس حیلہ کی ضرورت بھی اس وقت ہوتی ہے جب کچھ خوف دل میں ہو ورنہ حیلہ کی بھی کیا ضرورت ہے اور

اتنی دیر کب گوارا ہے گردن پکڑ کر حکم کر دیا کہ یہ رقم ہرگز نجانے پائے بس اس کی تعمیل ہو گئی ہاں نفس جن کو احتیاط والا پاتا ہے ان کے لیے خواہ مخواہ کی ضرورتیں کھڑی کر دیتا ہے اور سمجھا دیتا ہے کہ ان کا پورا کرنا ہے حالانکہ یہ فضول خرچی ہے مگر لوگ ضرورتیں ایسی تراش لیتے ہیں کہ ان کو فضول خرچی بھی نہیں سمجھتے۔ آج کل کے عقلمند اس مرض میں بہت مبتلا ہیں۔ مجھے ایک شخص ملے اور خوشخبری سنائی کہ لڑکا نائب تحصیلدار ہو گیا۔ میں نے کہا بڑی اچھی بات ہے۔ مگر ان کو تنبیہ کیجئے گا کہ فضول خرچی نہ کریں۔ کہنے لگے کچھ سامان تو کرنا ہی پڑتا ہے بڑے لوگوں کی آمد و رفت ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ چار بھلے مانس آویں اور میز کرسی لمپ وغیرہ گھٹیا رکھے ہوں یا مکان شاندار نہ ہو۔ یہ اسراف بمعنی فضول خرچی ہے جسے ضروری سمجھ رکھا ہے۔

## ضرورت دو قسم کی ہوتی ہے واقعی اور فرضی

یہ خیال کر لیجئے کہ ضرورت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک واقعی دوسری فرضی۔ واقعی ضرورت کی تو انتہا ہو سکتی ہے اور فرضی ضرورت کی کہیں انتہا نہیں جب انتہا نہ ہوئی تو اس کے رفع کرنے کے لیے کون سی رقم کافی ہو سکتی ہے۔

## فضول خرچی سے خاندان کے خاندان تباہ ہو گئے

فضول خرچی

گناہ تو ہے ہی جس کا وبال آخرت میں ہو گا۔ مگر دنیا میں بھی اس کا نتیجہ دیکھ لیجئے کہ خاندان کے خاندان اس کی بدولت تباہ ہو گئے۔ چنانچہ ایک شادی بھی جس نے کی اور فرضی ضرورتیں پوری کیں تو نقدی اور جائداد اور مال و متاع سب نذر کر دیا اور پھر بھی پورا نہ ہوا

قرض لے کر بمشکل آبرو بچائی اور بعد میں آبرو بھی چلی گئی چنانچہ تقریبوں کی رسموں میں جو صرف کرتے ہیں وہ سب فرضی ضرورتیں ہیں۔ بیوی کے کان میں پانچ سو سے کم کا زیور نہ ہو خواہ میاں کی اوقات دو ہی پیسہ کی ہو۔ کہیں سے لاؤ تب منہ دکھاؤ۔ میز کرسی پوشاک سب باقاعدہ ہوں ایسا نہ ہو کہ کوئی بڑا آدمی ان کو چھوٹا کہہ دے۔ حضرت بڑے آدمی کو یہ بھی تو معلوم ہوگا کہ میاں کی اوقات صرف پچاس ہی روپیہ کی ہے پھر بڑا کیسے کہہ دے گا۔ یہ ضرورت نہیں صرف فیشن ہے یہ سب فضولیات ہیں جن کو نفس ضروری بتاتا ہے اور ان کو پورا کرنا خواہش نفس کی تعمیل ہے۔ جس میں بڑے عقلمند گرفتار ہیں۔ نہیں معلوم عقل کیسے گوارہ کرتی ہے کہ اپنے کو دشمن کے ہاتھوں میں دیدیا جاوے۔ مسلمان کا کام تو یہ ہے کہ ہر کام میں یوں پوچھے کہ حق تعالےٰ کا کیا حکم ہے۔ بجائے اس کے ہر کام میں شیطان اور نفس سے پوچھتے ہیں کہ سرکار کا کیا حکم ہے۔

مسلمانو! کیا جواب ہوگا جب کہ قیامت کو یہ پوچھا جائے گا۔

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۝ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ (پ ۲۳، رکوع نمبر ۳، آیت ۶۰ تا ۶۳)

ترجمہ: اے آدم کی اولاد میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرو وہ تمہارا دشمن ہے۔ میری عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے اور تم دیکھ چکے تھے کہ بہتوں کو اس نے گمراہ کر دیا تھا تمہیں عقل نہ تھی اب یہ دوزخ موجود ہے۔

دنیا میں سب کے نزدیک قاعدہ مانا ہوا ہے کہ بھلائی کا بدلہ بھلائی ہے مگر لوگ

نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ خلاف معاملہ کر رکھا ہے۔ دیکھئے جس قدر اس طرف سے احسان زیادہ ہوتے ہیں اسی قدر اس طرف سے ناشکری ہوتی ہے۔

## گناہ میں دین اور دُنیا دونوں کا نقصان ہے

خواہش نفسانی وہ بُری چیز ہے

جس میں دین کے صدہا گناہ ہیں اور دُنیا کے بھی نقصان ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ گناہ کرنے سے اللہ تعالےٰ ساتھ چھوڑ دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی سامان جمع کرتا ہے مگر وہ سامان مقصد تک بہت کم پہنچاتے ہیں۔ ہر کام میں پریشان رہتا ہے بعض آدمی ذریعے کم رکھتے ہیں اور کام زیادہ ہوتا ہے اور نافرمان ذریعے زیادہ رکھتے ہیں اور کام اتنا بھی نہیں ہوتا۔ ایک یہ کہ گنہگار کے رزق میں تنگی ہوتی ہے شاید کوئی یوں کہے کہ ہم پر تو تنگی نہیں۔ مَیں کہتا ہوں کہ رزق سے غرض یہ ہے کہ اطمینان ہو اور یہ گناہ کرنے میں حاصل نہیں ہوتا۔ ناجائز طریقہ سے کتنا ہی کما لو مگر جو خوشی اور بے فکری تھوڑے حلال کے مال سے ہوتی ہے وہ ہرگز اس سے حاصل نہیں ہوتی یہ بات تجربہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ نامرد کو کتنا ہی سمجھاؤ کہ عورت کی لذت یہ ہوتی ہے وہ کبھی نہ سمجھے گا اور اُلٹا تمہیں بیوقوف بنائے گا۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس کا علاج کرو جب طاقت پیدا ہو جائے گی تو خود عقلمندی اور بے وقوفی سمجھ لے گا۔

## طاعت عجیب چیز ہے

اس لیے گناہ چھوڑ کر طاعت اختیار کرو پھر دیکھو کہ دل میں کیا بات پیدا ہوتی ہے جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ اطمینان یہ چیز ہے۔ حضرت طاعت تو وہ چیز ہے جس کا اثر بھول کر ہو جانے سے بھی ہوتا ہے۔ جیسے کپڑا بھولے سے رنگ میں گر جائے تو قصداً

رنگنے کے موافق اگرچہ نہ ہو مگر دھبے تو پڑ ہی جائیں گے۔ تجربہ ہوا ہے کہ اگر دھوکہ سے عبادت ہو گئی تو اس کا اثر ہو گیا۔

## چور کی حکایت جو بادشاہ کی لڑکی پر عاشق ہوا تھا

چنانچہ مشہور قصہ ہے کہ ایک چور بادشاہ کی لڑکی پر عاشق تھا ایک روز چوری کرنے کے ارادہ سے بادشاہ کے یہاں گیا وہاں بادشاہ اور بیگم میں اسی لڑکی کی شادی کی نسبت بات ہو رہی تھی وہ بادشاہ کہہ رہا تھا کہ میں تو اس کی شادی عابد و زاہد پرہیز گار سے کروں گا۔ یہ چور صاحب چوری بھول گئے اور بہت غنیمت جانا کہ آج خوب کام بنا۔ وہاں سے آ کر ایک مسجد میں جا بیٹھے اور دن رات عبادت کرنا شروع کی۔ اس کا شہرہ ہو گیا کہ ایک بڑے عابد صاحب تشریف لائے ہیں۔ اُدھر بادشاہ نے آدمی مقرر کر رکھے تھے چنانچہ خبر ملی کہ ایک عابد صاحب فلانی مسجد میں قیام رکھتے ہیں ان سے زیادہ متقی و عابد کوئی نظر نہیں آتا بادشاہ نے خاص وزیر کو ان کے پاس پیغام لے کر بھیجا اور یہاں کام ہو چکا تھا۔ انھوں نے توجہ بھی نہ کی وزیر نے نہایت ادب سے پیغام بادشاہی سنایا انھوں نے کہا کہ اصل میں نیت تو میری بُری تھی مگر حق تعالیٰ نے اپنا فضل کیا۔ اب مجھے نہ آپ کی بیٹی کی ضرورت ہے نہ آپ کے لاؤ لشکر کی۔ بس تشریف لے جائیے اور میرا وقت ضایع نہ کیجئے۔

## بعض لوگ بُری غرضوں سے اسلام لاتے ہیں مگر انجام کار درستی ہوتی ہے

طاعت ایسی چیز ہے کہ بعض وقت گو اس میں اچھی غرض نہ ہو مگر انجام کار اسی سے درستی ہو جاتی ہے ایسوں کے اسلام کو حقیر نہ سمجھنا چاہیے۔ بعض لوگ غافل نادان کہتے ہیں کہ ان

بھکاریوں کو مسلمان نہ کرنا چاہیے ان لوگوں نے پیشہ کر لیا ہے مسلمان کرنے کا نتیجہ ہی کیا ہے ۔ اس میں اسلام کی بدنامی ہے مجھ سے ایک صاحب یہی فرماتے تھے ۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ اگر ایسی بدنامی کیوجہ سے اسلام سے نکال دیں ۔ تو آپ میں بھی بہت سے عیب ہیں جن سے اسلام بدنام ہوتا ہے ۔ نیا مسلمان اگرچہ جنید بغدادیؒ ہی ہو اور موروثی شیطان بھی ہو تو پرواہ نہیں میں تجربہ سے کہتا ہوں کہ بعض وقت مسلمان کسی لالچ سے ہوتا ہے مگر اسلام وہ چیز ہے کہ خود دل میں جگہ کر لیتا ہے ۔ ایک بزرگ کا قول ہے :

تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَاَبَى الْعِلْمُ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ لِلّٰهِ کہ میں نے علم اللہ کے سوا کسی اور غرض کے لیے سیکھا تھا مگر علم نے خود نہ مانا اور اللہ ہی کا ہو کر رہا آگ جلاؤ اور ارادہ کر و کہ لکڑی نہ جلے تھوڑی دیر میں لکڑی راکھ ہو جائے گی ۔ کسی بزرگ سے کسی نے کہا دیکھئے صاحب فلاں شخص دکھلاوے کا ذکر کیا کرتا ہے ۔ بزرگ نے کہا تو تو دکھلاوے کا بھی نہیں کرتا وہ دکھلاوے کا کرتا تو ہے ۔ کبھی نہ کبھی ذکر دل میں جگہ کر ہی لیگا اور تجھ سے کیا اُمید ہے ۔ ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے تھے کہ عبادت اوّل ریا ہوتی ہے چند روز میں عادت ہو جاتی ہے ۔ پھر عبادت و اخلاص ۔ واقعی یہ بات بالکل درست ہے ۔ دیکھ لیجئے بچپن میں آدمی نماز پڑھتا ہے اس وقت کیا حال ہوتا ہے پھر جوانی میں اور کیفیت ہوتی ہے اور بڑی عمر میں کچھ اور ہی بات پیدا ہو جاتی ہے ۔ بچپن میں اُستاد یا والدین کے ڈر سے پڑھی جاتی ہے ۔ اگر کسی وقت دیکھ بھال نہیں تو ٹال دی جاتی ہے یا بے وضو اڑا دیتے ہیں ۔ یہ ریا ہی ہے پھر پڑھتے پڑھتے شعور کے دنوں میں طبیعت مانوس ہو جاتی ہے اور جیسا کہ اور ضروری کاموں کا تقاضا ہوتا ہے ایسا ہی نماز کا ہونے لگتا ہے ۔ تا وقتیکہ ادا نہ کر لی

جائے بوجھ رہتا ہے یہ مرتبہ عادت کا ہے۔ اس کے بعد بحمد اللہ یہ کیفیت ہوتی ہے کہ بلا نماز چین ہی نہیں پڑتا۔ یہ درجہ اخلاص کا ہے اس کا تجربہ مدرسہ میں رہ کر طلبہ پر اچھی طرح ہوا کہ ابتداء میں اور حالت ہوتی ہے مگر فارغ ہوتے ہی مخلص بن جاتے ہیں۔

## طالب علموں پر اعتراض اور اس کا جواب

یہی بات جس کو لوگ نہیں جانتے

وہ طالب علموں کی ابتدائی حالت دیکھ کر طرح طرح کے اعتراض کرتے ہیں۔ یوں کہتے ہیں کہ یہ لوگ بالکل نکمے ہوتے ہیں۔ دنیا سے تو نا آشنا ہیں ہی دین ہی میں کیا کمال پیدا کیا۔ میں کہتا ہوں ابھی ان کی حالت کیا دیکھتے ہو پڑھنے دو۔ انہیں میں پیشوا ہوں گے اور انہیں میں اپنے وقت کے غزالی ہوں گے۔ لوگوں کی یہ حالت ہے کہ طالب علموں سے ذرا سا قصور ہو جائے تو تمام شہر میں سُن لیجئے کہ اسلامی مدرسہ والوں نے یوں کیا۔ کس قدر غیرت اس لفظ سے ٹپکتی ہے۔ آپ کو طالب علموں سے لگاؤ رکھنا چاہیے یا بے تعلقی۔ یہ تمہارے دین کے ذمہ دار ہیں ان سے قطع کرنا کس سے قطع کرنا ہے۔ آپ کو ان سے لگاؤ ہی رکھنا چاہیے۔ دیکھئے تو اگر آپ کا بچہ کسی سے لڑ کر آتے اور یہ بھی آپ کو معلوم ہو جاوے کہ سراسر زیادتی اسی کی تھی تو آپ اس کے ساتھ کیا برتاؤ کریں گے عین لڑائی کے وقت تو آپ اس کی حفاظت ہی کریں گے اور جس طرح ممکن ہوگا اس کی بات نیچی نہ ہونے دیں گے پھر غصہ جاتے رہنے کے بعد علیحدگی میں بچہ کو تنبیہ کریں گے کہ آیندہ ایسا نہ کرنا یہ بھی جب ہے کہ آپ بہت حق پسند ہوں اگر غیر آدمی پوچھے گا کہ میاں کیا بات تھی تو یا تو اپنے بچہ جیسی کہیں گے اور اگر بالکل کھلی ہوئی خطا ہو تو کہدیں گے کچھ نہیں بازار میں ایک آدمی سے کچھ جھگڑا ہو گیا تھا لڑکا تیز مزاج ہے دبتا کسی سے ہے نہیں بات بڑھ گئی۔

اپنے بچہ کے عیب کو کیوں مشہور نہ کیا اس کا عیب عیب نہیں ہے ۔ وجہ یہ ہے کہ اس سے آپ کو پیدائشی تعلق ہے ۔ اس کی بدنامی اپنی بدنامی ہے ۔ بچہ سے لگاؤ طبیعت کے حکم سے ہے طالب علم سے حق تعالیٰ کے حکم سے لگاؤ رکھا ہوتا اس کے قصور کو بھی اپنے بچہ کے قصور کی طرح دبایا ہوتا اور اس کی بدنامی میں دین کی بدنامی بھی ہوتی بعض کہہ دیا کرتے ہیں کہ اگر ان کے قصور نہ پکڑے جائیں تو ان کو تنبیہ کیونکر ہو ۔ میں کہتا ہوں اپنی طبیعت سے ہی انصاف کرلو کہ جس طرح اپنے بچہ کو تنبیہ کرتے ہو اسی طرح طالب علم کو کرتے ہو یا نہیں ۔ مان لو کہ تمہارا بچہ اس قدر شریر ہو کہ باوجود تنبیہ کے بھی نہ مانے اور بُری سے بُری حرکتیں کرے جس سے خاندان پر دھبہ آجاتے ننگ و ناموس کو بٹہ لگ جاتے تب آپ اس کے ساتھ کیا برتاؤ کریں گے ۔ کیا آپ اس سے بالکل تعلق چھوڑ دیں گے ہرگز نہیں اور اگر کوئی چھوڑ بھی دے تو موت سے بدتر دل پر صدمہ رہتا ہے خود سمجھانے سے جب اثر نہیں ہوتا تو جن کا وہ لحاظ کرتا ہے ان سے سمجھوایا جاتا ہے ، طالب علم کے کسی بڑے جُرم پر کیا ایک چھوٹے سے قصور پر بھی میں پوچھتا ہوں کہ اسی طرح شفقت سے تنبیہ ہوتی ہے یا غیروں جیسی ۔ اگر اسی طرح کرتے ہیں تو الحمدللہ بڑی خوبی کی بات ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر بھی کہتا ہوں کہ ان سے آپ نے کیوں تعلق توڑا ۔ کیا وہ آپ کے دین کی نگہداشت کرنے والے نہیں ہیں یا آپ کے ذمہ دین کی حفاظت نہیں ہے ان میں سے ایک کے قصور پر آپ سب کو بدنام کیوں کرتے ہیں ۔ کیا آپ کے سارے بچے ایک ہی سے نیک اور بچپن ہی سے تمیز دار ہوتے ہیں ۔ ابتدائی حالت دیکھ کر اعتراض مت کرو ۔ ہر تابعدار کی ابتدائی حالت ایسی ہی ہوتی ہے ۔ خلاصہ یہ ہے کہ تابعداری ہونی چاہیے خواہ کسی طرح ہو پھر وہ خود آدمی کو درست کرلیتی ہے ۔ اور تابعداری ایسی

چیز ہے کہ اس میں دین و دُنیا دونوں کے نفع ہیں اور گناہ کے یہ تو وہ نقصان تھے جو خود کرنے والے کو پہنچتے ہیں اور اکثر وہ نقصان ہیں جو دوسروں کو پہنچتے ہیں۔ جیسے غیبت کہ جب ایک آدمی کسی کی غیبت کرے گا تو دوسرے کو خبر پہنچے ہی گی پھر وہ کیوں نہ کرے گا بلکہ اس سے زیادہ کرے گا۔ اس سے دونوں میں عداوت ہو گی۔ پھر عداوت وہ چیز ہے کہ جب دو میں پڑ جاتی ہے تو دونوں کا نماز روزہ سب عداوت ہی ہو جاتی ہے اٹھنے بیٹھنے سونے میں ہر وقت یہی فکر رہتی ہے کہ کسی طرح دوسرے کو نقصان پہنچے نیت نماز کی باندھ رکھی ہے اور دل میں دوسرے کو نقصان پہنچانے کی تدبیریں سوچی جا رہی ہیں یہ کیا نماز ہُوئی اور دل کا شغل حرام چیز سے ہوا۔ منہ میں روزہ ہے اور زبان دوسرے کی غیبت میں بھری ہے۔ دل میں خوش ہیں کہ روزہ ہے۔ یہ خبر نہیں کہ روزہ میں ان چیزوں کو تو چھوڑا جو خود حلال تھیں یعنی کھانا پینا اور جو چیز ہمیشہ حرام ہے اس کو نہ چھوڑا تو یہ کیا روزہ ہوا۔ غرض یہ عداوت اسی غیبت کی بدولت ہُوئی اور عداوت وہ چیز ہے کہ دل کو ایک ہی طرف کا کر لیتی ہے۔ وہ کیا ہے نقصان پہنچانا۔ آپ جانتے کہ یہ عداوت چھوٹا سا لفظ کس قدر برائی لیے ہُوتے ہے تفصیل کی ضرورت نہیں بالکل ظاہر ہے کہ عداوت دوستی کی ضد ہے جتنی بھلائی دین اور دنیا کی دوستی میں ہے اتنی ہی برائی بھی عداوت میں ہے۔ یہ سب کاہے سے ہوا۔ ایک ذرا سی غیبت سے خواہش نفسانی کی اور خرابی سنئے مثلاً میرا اور آپ کا جائداد پر مقدمہ ہے ہر شخص کی خواہش ہے کہ مجھ کو پورا مل جاوے بس لڑائی ہو گئی۔ اگر دونوں یہ کہتے کہ ہمیں کچھ نہیں چاہیے تو طول کاہے کو کھینچتا مقدمہ بازی کی نوبت کیوں آتی اور آپس میں نفاق اور عداوتیں کیوں پیدا ہوتیں۔

## ایمانداری کے متعلق قصّہ

چنانچہ حدیث میں ایک قصّہ ہے پہلی امتوں میں بھی بڑے بڑے اچھے لوگ ہوئے ہیں ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ اپنا مکان بیچا۔ خریدنے والے نے جب دخل لیا تواس میں ایک گھڑا سونے کا بھرا ہوا پایا وہ گھڑا لے کر بائع کے پاس آیا کہ تو اپنا گھڑا لے تمہارے مکان میں سے نکلا ہے اس نے کہا کہ میں تو مکان کی قیمت لے چکا میرا اس میں کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے تو قیمت مکان کی دی ہے اسی پر معاملہ ٹھیرا ہے یہ گھڑا اس میں شامل نہیں، مَیں کیسے لے لوں۔ ایمانداری اسے کہتے ہیں۔ اگر آج کل گھڑا نکل آئے تو مزہ آجاوے۔

## مٹی کے سونا ہو جانے کی دُعا مانگنے کا قصہ

کانپور میں دو آدمیوں نے کہیں سُن لیا تھا کہ شب قدر میں جو دُعا مانگی جاوے قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ دونوں ایک مٹی کا ڈھیلا لے کر بیٹھے اور اس پر ایک رومال ڈھک دیا اور دُعا مانگنی شروع کی کہ یا اللہ یہ مٹی سونا ہو جاوے تمام رات دعا کرتے رہے جوں جوں صبح ہوتی تھی شوق بڑھتا جاتا تھا بمشکل صبح پکڑی اور جلدی سے کھولا دیکھیں تو وہی مٹی۔ ساری آرزوئیں خاک ہوگئیں اور دل مرگیا کہ شب قدر بھی خالی گئی طرح طرح کے شیطانی خیال آئے کہ دُعا کو ویسے بھی سُنا کرتے تھے کہ قبول ہوتی ہے اور آج تو شب قدر تھی۔ اسی فکر میں بیٹھے تھے خیریت ہُوئی کہ بندہ خدا ایک درزی پہنچ گیا جو علم والوں کی صحبت پائے ہُوئے تھا ان سے پوچھا کیسے سُست ہو انہوں نے سارا قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا کہ بھائی شکر کرو اسمیں کچھ حکمت ہوگی۔ ایک ذرا سی بات تو مجھ کو معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے

بدخواہ نہیں ہیں۔ اگر وہ سونے کا نکلتا تو تم دونوں میں لڑائی تو ابھی ہوتی پھر جانے کہاں تک طول کھینچتا۔ ممکن ہے ڈھیلا کسی تیسرے کا ہو جاتا۔ دونوں کی تسکین ہوگئی۔ غرض یہ کہ موہوم سونے کے لیے تو اتنی محنت کی کہیں سونے کا گھڑا نظر پڑ جائے تو جانے کیا ہو۔

## صحابہؓ کی ہمدردی کا عجیب قصہ

صحابہؓ کا ایک قصہ کتاب میں آتا ہے کہ ایک لڑائی میں بہت سے آدمی شہید ہوئے کئی آدمی نزع کی حالت میں تھے موت کے وقت پیاس کا غلبہ ہوتا ہے ایک شخص نے آواز دی کہ کوئی میرے حلق میں ذرا سا پانی ڈال دے تو بڑا کام کرے۔ ایک بندۂ خدا پانی لے کر پہنچا اور پلانا ہی چاہتا تھا کہ اتنے میں ایک طرف سے آواز آئی کہ ذرا سا پانی کوئی پلانا۔ انہوں نے پڑے پڑے کہا کہ پہلے ان کو پلاؤ پھر مجھے پلانا۔ یہ شخص پیالہ لے کر ان کے پاس پہنچے پلانا ہی چاہتے تھے کہ اسی طرح ایک اور آواز آئی۔ غرض موقعہ قتل میں چھ سات جگہ اسی طرح پانی لیے پھرے اور سب یہی کہتے رہے۔ اخیر میں جن کے پاس پہنچے ان کو پلانے کی نوبت نہ آئی تھی کہ دم آخر ہو گیا۔ یہ لوٹے اور پہلوں کے پاس پانی لائے جس کو دیکھا دم آخر ہو گیا تھا۔ ایثار یعنی دوسرے کی مصلحت کے لیے اپنی مصلحت کو چھوڑ دینا اسی کو کہتے ہیں۔ پانی وہ چیز ہے کہ حج کے سفر میں دیکھا ہے کہ پیاس میں باپ بیٹے کو چھوڑ دیتے ہیں موت کے وقت کی پیاس کا کیا حال ہوگا۔

## نااتفاقی کی وجہ خواہش نفسانی کی پیروی ہے

غرض ہم میں جو بجائے ایثار کے کشاکشی اور لڑائی جھگڑے ہیں اس کی وجہ وہی نفس کی تابعداری ہے یہی وجہ اتفاق نہیں ہونے دیتی۔ آج کل سب نے یاد کر لیا ہے "اتفاق، اتفاق" یہ خبر نہیں کہ اتفاق کا ہے

سے ہوتا ہے۔ اتفاق ہوتا ہے خواہش نفسانی روکنے سے۔

## خواہش نفسانی کا روکنا سب کے نزدیک مانا ہوا ہے

غرض ساری برائیوں کی جڑ

خواہش نفسانی ہے اور یہی روکنے کی چیز ہے۔ اس نکتہ کو سب ہی نے سمجھا حتیٰ کہ حکام میں سے ان لوگوں نے جن کو مذہب سے کوئی علاقہ نہیں۔ دیکھو حاکم بعض کاموں سے روکتا ہے اور بعض کی اجازت دیتا ہے وہ جن کاموں سے روکتا ہے وہ ہی تو ہیں جن کو لوگ کرنا چاہتے ہیں مگر حاکم کے نزدیک نقصان کا باعث ہیں۔ معلوم ہوا کہ دنیا کی مصلحتوں کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہر شخص کو اپنی خواہش پورا کرنے کی اجازت نہ دی جاوے۔ اگر حاکم نہ روکے اور آزاد چھوڑ دے کہ جو جی چاہے کرو تو اس کا کیا حشر ہوگا۔ دنیا کے انتظام کو بھی دیکھ کر یہ بات صاف نکلتی ہے کہ خواہش نفسانی روکنے ہی کی چیز ہے تو اپنے گھر میں بی بی کو کیوں روکتے ہو اسکو تو ہر طرح سمجھاتے ہو کہ زیادہ زیور فضول ہے پوشاک میں زیادہ تکلف سے کیا فائدہ مگر اپنے نفس کو نہیں روکتے۔ پابندی وہ چیز ہے کہ کسی کو اس سے چارہ نہیں فرق اتنا ہے کہ جو عقلمند ہیں وہ اختیار سے کرتے ہیں اور کم عقل زبردستی پابند بنائے جاتے ہیں۔ آپ نفس کو بالکل کسی طرح آزاد نہیں کر سکتے۔

اے مسلمانو! قانون کی وجہ سے تو تم نے خواہش نفس کو چھوڑ دیا اور اللہ و رسولؐ کے حکم سے نہیں چھوڑتے یہ کیا غضب ہے۔ اگر قانون کی رُو سے کسی بات کی ممانعت ہو جاوے تو ایک بھی حیلہ باقی نہ رہے اور اللہ تعالےٰ اگر کسی کام کو منع کریں تو اس میں حیلے نکالے جاویں اور ضرورتیں ثابت کی جائیں۔ قانون کے مقابلہ میں ضرورتیں کہاں چلی جاتی ہیں۔ افسوس اللہ تعالےٰ کی محبت دنیا کی مصلحت کی برابر بھی نہ ہوئی۔ حالت

یہ ہے کہ ایک مُردار عورت اگر کہے رات بھر کھڑے رہو تو گزر گذریں گے اور اللہ تعالے کے حکم سے عشاء کی نماز بھی بھاری ہے۔ ایک شخص کا قصہ ہے یہ ایک بزرگ ہیں پہلے حالت ایسی ہی تھی بعد میں بزرگ ہُوئے ہیں وہ یہ کہ ایک عورت سے عشق تھا بڑی آرزوؤں کے بعد ایک دن شام کو کہیں بات کرنے کا موقعہ مل گیا اور صورت یہ تھی کہ کھڑکی کے نیچے بات کرنے کھڑے ہُوئے تھے۔ ایسے محو ہُوئے کہ تمام رات گذرگئی جب موذن نے صبح کی اذان دی تو کیا کہتے ہیں بھلے مانس تجھے بھی آج ہی عشاء کی اذان سویرے کہنی رہ گئی تھی۔ کسی نے کہا کہ جناب خبر بھی ہے صبح ہوگئی مُنہ پھیر کر دیکھا تو واقعی صبح تھی۔ دل پر اثر ہُوا بہت روئے اور ایک بزرگ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ اس خیال کو چھوڑا۔ پھر صاحب کمال ہُوئے اور سبھی کچھ ہُوا۔

## افسوس اللہ تعالیٰ کے حکم کی قدر کسی کے حکم کے برابر بھی نہیں

غور کریں تو آج کل اللہ تعالےٰ کے حکموں کی اتنی بھی قدر نہیں جتنی کہ ایک کسی کے حکموں کی ہے اللہ تعالےٰ کے حکم کیسے ہی آسان اور سراسر مفید اور حکمت سے بھرے ہوں مگر دشوار ہوتے ہیں۔ اگر کوئی اِنہیں حکموں کو کہے جن کو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے تو کچھ تکلف نہ رہے بلکہ اگر کبھی ان حکموں کو بھی کہے جو اللہ تعالےٰ کے خلاف ہیں تب بھی دشوار نہ ہوں۔ اس سے معلوم ہُوا کہ حکم اپنی ذات میں دشوار نہیں صرف محبت کی کسر ہے۔ مسلمانوں کی شان تو یہ تھی کہ اللہ تعالےٰ کے سامنے ایسا ہوتا جیسے قلم لکھنے والے کے ہاتھ میں اور غیر کے سامنے لوہے اور پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوتا۔ انصاف کی بات ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے بندہ پر کس قدر انعام اور فضل ہوتے ہیں اور خلقت کی طرف سے خاک بھی نہیں ملتا۔ ظاہر

ہے کہ اپنے انعام دینے والے کے سامنے نرم ہونا چاہیے یا آپ جیسے عاجز بلکہ دشمن کے سامنے کیا غضب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں تو ایسے نہ ہوں اور ہوں کس کے ہاتھ میں۔ نفس کے۔

## لوگ بُت پرستی کو منع کرتے ہیں مگر اپنی بغل میں بُت ہیں

حالت یہ ہے کہ

بُت پرستی کو منع کرتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ہر شخص کی بغل میں بت ہے ظاہری بت پرستی پر طرح طرح کے طعنہ کیے جاتے ہیں اور ان کو احمق بتایا جاتا ہے۔ اور خود باطنی بت پرستی میں مبتلا ہیں اور عقلمندی کا دعویٰ ہے کسی نے ایک بت کو پوجا کسی نے دوسرے کو۔ جہاں ظاہری بت پرستی چھوڑی باطنی بھی چھوڑ دو اپنی باگ نفس کے ہاتھ میں مت دو۔ احکام الٰہی کے سامنے سر جھکاؤ۔ تابعداری تو وہی ہے کہ آدمی اپنے ارادہ کو چھوڑ کر دوسرے کے ارادہ کے تابع ہو جائے۔ دیکھ لیجئے قانون کے سامنے کیا حال ہوتا ہے کہ اپنی خواہش چھوڑنی پڑتی ہے اور حاکم کا حکم ماننا ہوتا ہے۔

## تابعداری کرنے کی دو چیزیں تھیں عقیدے اور عمل دونوں میں کاٹ تراش ہے

تابعداری کرنے کی دو چیزیں تھیں عقیدے اور عمل عمل میں تو یہ گنجائش نکالی گئی کہ ہم مجبور ہیں اور یہ حکم مصلحت وقت کے موافق نہیں ہیں۔ مگر اب عقیدوں میں بھی نفس کی خواہش کو بڑھانے لگے ہیں اور یہ حالت ہے کہ عمل کو پہلے ضروری تو سمجھتے تھے مگر تکلیف جان کر اس کے ادا کرنے میں قصور تھا اب ان کی ضرورت ہی ذہن سے اُڑ گئی۔

## ایک شخص کی عجیب بات

ایک صاحب فرمانے لگے کہ دین میں جو کچھ حارج ہے وہ نماز ہے، غیر مذہب کے بہت سے آدمی اس وقت میں اسلام لانے کو تیار ہیں مگر یہ خیال ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد نماز پڑھنی ہوگی پانچ وقت کی پابندی سر پڑے گی۔ اگر مولوی لوگ نماز کی قید اٹھا دیں تو آج ہی دیکھئے کتنے کافر مسلمان بنتے ہیں نماز ایسی مولویوں کی ہے کہ معاف کردیں

## ایک شخص کا قول کہ سُود نہ لینے سے مفلسی آگئی

ایک صاحب کہتے ہیں کہ سُود کی ممانعت سے مفلسی آگئی۔ دوسری قومیں سُود ہی کے ذریعہ سے ترقی کرتی ہیں۔ غرض جو جس کسی کی سمجھ میں آتا ہے اللہ کے حکموں میں اصلاح دینے کو تیار ہے۔ یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بتائی جاتی ہے کہ ہم سے رائے لے کر کیوں حکم مقرر نہ کیے تھے۔ ہم لوگوں کا کیا حال ہے عقیدوں میں یہ حال اعمال میں یہ صورت حال میں آزادی۔ آمدنی میں حلال و حرام کی خبر نہیں۔ زمیندار طرح طرح کی ناجائز آمدنی لیتے ہیں۔ خرید و فروخت میں سودے کے صحیح ہونے اور نہ ہونے کی پروا نہیں

## آم کی بہار کا خلاف شرع سودا کرنا

چنانچہ آم کی بہار بکتی ہے حالانکہ آم کا پتہ بھی نہیں ہوتا۔ یہ بیع باطل ہے بیع باطل میں مال خریدار کی ملکیت نہیں ہوتا اس کا لوٹانا واجب ہے اور جہاں تک بھی خریداری کا سلسلہ چلے گا کسی کی ملک نہ ہوگا۔ گناہ ہوتا چلا جاتا ہے غرض معاملات کی صفائی کی طرف بالکل خیال نہیں۔ زبان غیبت وطعنہ میں مبتلا دل حرص وطمع میں گرفتار۔ وہ مثل ہے کہ اونٹ سے کسی نے پوچھا تھا اونٹ رے اونٹ

تیری کون سی کل سیدھی ہے اس نے کہا کوئی بھی نہیں۔ ایسے ہی ہم لوگوں کی حالت ہے

## ہماری کوئی حالت درست نہیں

ظاہر کی طرف دیکھئے وہ ٹھیک نہیں باطن کی طرف نظر کیجئے وہ درست نہیں حالانکہ حق تعالےٰ نے صرف احکام ہی نہیں اُتارے بلکہ ایک اتنا بڑا نبیؐ بھیج کر یہ بھی بتا دیا کہ اس نمونہ کے ہو کر آؤ مگر اس رحمت کی کیا قدر ہوئی ہم کس قدر نمونہ کے موافق بن کر آئے۔ غور کیجئے کہ اگر درزی کو اچکن سینے کے لیے دو اور وہ ساری اچکن بہت ٹھیک اور خوبصورت سئے جس میں جھول تک نہ ہو مگر ایک آستین کو چار انگل چھوٹا کرلائے تو کیا آپ اس کو لے لیں گے ہرگز نہیں بلکہ درزی کے سر سے ماریں گے اور اگر جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو قیمت لینے پر بھی کفایت نہ ہوگی۔ کچھ جرمانہ لیا جائے گا حالانکہ نمونہ سے صرف چار انگل خلاف ہے۔ یہاں نمونہ سے چار انگل بھی موافقت نہیں اللہ تعالےٰ کا یہ حکم تھا:

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (پ۳ رکوع ۱۱، آیت ۳۱)

اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو اللہ تم کو دوست رکھیں گے

حدیث میں آیا ہے مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ کہ جس طریقہ پر میں اور میرے اصحابؓ ہیں اسکو اختیار کرو۔ یہ ہے نمونہ جس کی موافق ہو کر ہمیں آنا چاہیے۔

## افسوس مسلمانوں نے ہر بات میں خلاف کر رکھا ہے

افسوس مسلمانوں نے ہر بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا۔ جو وضع بتائی اس کے خلاف وضع تراشی نکاح وغیرہ میں نئی نئی رسمیں رواج دیں۔ اخلاق وعادات نئے اختیار کیے۔ اب عقیدوں

میں بھی تراش خراش ہونے لگا اور پھر لطف یہ ہے کہ دعوٰی تابعداری کا ہے معلوم نہیں کہ تابعداری کس چیز کا نام ہے اگر کوئی واقف کار ایسے لوگوں کو دیکھے تو کیا کہہ سکتا ہے کہ یہ قوم اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گروہ میں ہے۔ گروہ میں ہونا تو درکنار اب تو اس گروہ کے لوگوں سے ملنا بھی نہیں چاہتے۔ کیونکہ اس گروہ میں دنیا کی ترقی نہیں ہے

## خواہش نفس کا علاج

ایک شخص نے مجھ سے لکھنؤ میں بیان کیا کہ آج کمیٹی ہوئی جس میں ان باتوں پر بحث تھی جو مسلمانوں کو ترقی سے روک رہی ہیں۔ آخر میں یہ طے ہوا کہ مذہب ترقی سے مانع ہے اس کو چھوڑ دینا چاہیئے مسلمانو! یہ نوبت پہنچ گئی ہے۔ ساری باتیں خواہش نفس سے پیدا ہوئی ہیں۔ حق سُبحانہ تعالےٰ نے اس آیت میں اسی کا علاج بتایا ہے۔ سو علاج کیا ہے نفس کو خواہش سے روکنا کیونکہ مرض کا علاج اسی طرح ہوتا ہے۔ اس کے مادہ اور سبب کو نکلالیں۔ جب سبب جاتا رہے گا مرض دُور ہوجاوے گا۔

مسلمانو! نفس کی خواہشوں کو چھوڑ دو اور حق سُبحانہ تعالےٰ کی اطاعت کرو کیا اللہ تعالےٰ کا کچھ حق نہیں ہے۔ دیکھئے اللہ تعالےٰ ایسے ایسے مرضوں کا علاج بتاتے ہیں۔ جن کو تم خود کسی طرح نہیں سمجھ سکتے اور وہ مرض اندر ہی اندر تمہارا کام تمام کیے ڈالتے ہیں۔ وہ علاج وہی خواہشِ نفس کا چھوڑنا ہے جس کا آسان طریقہ بتائے دیتا ہوں چند روز کرنا پڑے گا۔ بہت ہی تھوڑے دنوں میں انشاء اللہ تعالےٰ نفع معلوم ہوگا۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ ہر کام ابتداء میں تکلیف سے ہوتا ہے پھر کرتے کرتے اس میں مہارت پیدا ہوجاتی ہے۔ سو آپ اس کا بندوبست کرلیجئے وہ یہ کہ کوئی بات یا کوئی کام دل میں آتے ہی نہ کر ڈالیے بلکہ پہلے سوچ لیا جاوے کہ یہ کام حق تعالےٰ کے

خلاف تو نہیں۔ اوّل اوّل ذرا دشواری ہو گی مگر تھوڑے دنوں میں عادت ہو جائے گی۔ اس کا ہر کام میں خیال رکھیے یہاں تک کہ یہ حال ہو جائے کہ بات منہ سے نکالنی چاہی مگر رُک گئے کہ اللہ تعالےٰ کا حکم کیا ہے اور نفس کی خواہش کیا۔ جس بات میں نفس کی خواہش پائی اس کو زبان سے نہ نکالا نہ اس پر عمل کیا۔ رہی یہ بات کہ ہمیں حق تعالیٰ کے حکم اور نفس کی خواہش میں تمیز کیسے ہو گی تو اس کی بابت یہ عرض ہے کہ اس کے لیے علم دین کی ضرورت ہے۔ تھوڑا علم ضرور چاہیے۔ اگر کتاب نہیں پڑھ سکتے تو کسی سے پوچھ لیا کرو۔ چند روز یہی عادت ڈالو اس سے کسی قدر آپ کے بولنے اور کھانے میں کمی ہو گی۔ مگر جس وقت مزہ اس کا حاصل ہو گا تو آپ اس تھوڑے کو بہت سمجھیں گے۔ اچھی تھوڑی چیز بہتر ہے اس سے کہ بُری ہو اور بہت ہو۔ غلیظ کتنا ہی ہو مگر ایک چمچہ فیرینی پر اس کو ترجیح نہیں ہو سکتی۔ جب عبادت میں مزہ آنے لگتا ہے تو گناہ کی نفرت دل میں بیٹھ جاتی ہے پھر گناہ کا کرنا اس سے زیادہ دشوار ہونے لگتا ہے جیسے کہ پہلے عبادت کرنا دشوار تھا اور اگر اتفاق سے گناہ ہو بھی جائے تو طبیعت سست رہتی ہے اور کسی طرح سے چین نہیں آتا تاوقتیکہ استغفار نہ کر لے۔

## عبادت میں عجیب مزہ ہے

عبادت میں عجیب مزہ ہے کہ آدمی لاکھ روپیہ پر ایک نماز کو ترجیح دیتا ہے

حالانکہ ہماری نماز کچھ نماز نہیں ہے۔ یہ کیفیت ہے کہ نیت نماز کی باندھ رکھی ہے اور دل ادھر اُدھر ہے زبان سے پڑھ رہے ہیں مگر بالکل خبر نہیں کہ اللہ تعالےٰ سے کیا کہہ رہے ہیں۔ خیریت یہ ہے کہ الفاظ زبان پر چڑھ گئے ہیں خود زبان پڑھ لیتی ہے ورنہ باعتبار ظاہری حکموں کے بھی نماز کے درست نہ ہونے کا فتویٰ دیا جاتا اور لوٹانا ضروری

ہوتا۔ سر سجدہ میں ہے مگر خیال اور کہیں ہے۔ اس حالت پر بھی آدمی لاکھ روپیہ سے زیادہ کوئی چیز اس میں پاتا ہے اور نماز نماز ہو جائے تو سمجھ لیجئے کہ کیا اثر رکھے۔ واقعی عبادت وہ چیز ہے کہ اگر اس میں ایک لحظہ کا لطف بھی میسر ہو جائے تو آدمی دُنیا و مافیہا کی طرف بھی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے خواہش نفس کا تو دُشمن ہی ہو جائے۔ غرض یہ عادت ڈالنی چاہیے کہ ہر کام کو سوچ کر کرے۔ اگر وہ کام خواہش نفس سے ہو تو نہ کرے اس طرح گناہ چھوٹ جائیں گے اور عبادت ہی عبادت رہ جائے گی۔

## خواہش نفس چھوڑنے کے لیے خوف مددگار ہے

اور یہ سمجھ لیجئے کہ

خواہش نفس چھوڑنے کے لیے خوف سے مدد ملتی ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کیونکہ جس کام سے کوئی باز رہتا ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو صرف خوف سے رکتا ہے جسم کی سزا کا خوف ہو یا مال کے نقصان کا یا لوگوں میں ناقدری کا جس چیز کا بھی ہو مگر ہو گا خوف ہی۔ دیکھئے ڈاکو ڈاکہ کیوں نہیں ڈالتا سزا کے خوف سے۔ بچہ شرارت سے کیوں رکتا ہے پٹنے کے خوف سے لوگ بہت جرموں سے باز رہتے ہیں جُرمانہ کے ڈر سے محفل میں آدمی تہذیب سے کس لیے بیٹھتا ہے اور چھچھوری حرکتوں سے کیوں باز رہتا ہے ذلت کے ڈر سے۔ خوف ہی تو اٹھ جاتا ہے جو ملک میں امن نہیں رہتی غدر ہو جاتا ہے۔ خوف ہی ساری بُرائیوں کی جڑ کاٹنے والا ہے۔ خوف ہی تمام عبادتوں کا ذریعہ ہے البتہ یہ بات سمجھنے کی ہے کہ خوف تو ہر مومن کو ہے پھر کیا وجہ کہ خواہش نفس کی نہیں چھوٹتی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ خوف حاضر نہیں اور حاضر نہ ہونے کی وجہ صرف ایک ہے وہ کیا ہے عذاب کا نہ سوچنا اس لیے انتہائی علاج اس کا یہ ہے کہ خوف کو سوچا کرے

کہ اس سے خوف غالب اور حاضر ہو جو کہ خواہش نفس چھوڑنے کے لیے کافی ہو جائیگا۔

## مراقبہ نہایت نافع

اب میں اس کا آسان طریقہ بتائے دیتا ہوں وہ یہ کہ سوچنا شروع کیجئے اور اس کے لیے ایک وقت مقرر کر لیجئے مثلاً سونے کا وقت جس میں دنیا کے کام کا حرج بھی نہیں۔ دُنیا کے لیے تو سارا وقت دیا ہے اللہ تعالےٰ کے واسطے نکما ہی وقت دو۔ اتنا تو کرو۔ اللہ تعالےٰ اس میں تمھارا کام بنا دیں گے۔ وہاں تو بہانہ ڈھونڈھتے ہیں کہ بندہ ذرا ادھر کو مُنہ کرے اور رحمت کے ڈھیر لگا دیں۔ پندرہ بیس منٹ دیر میں سُوتے لیٹ کر یا بیٹھ کر یاد کیا کیجئے کہ آج کیا کیا گناہ کیے گناہوں کی فہرست تیار کیجئے پھر اس میں خیال جمائیے کہ گویا میدان قیامت موجود ہے اور ترازوِ عمل تولنے کی گھڑی ہے اپنا مدد گار کوئی بھی نہیں دشمن بہت ہیں حیلہ کوئی چل نہیں سکتا۔ زمین گرم تانبے کی طرح کھول رہی ہے سُورج سوا نیزہ سر پر ہے دوزخ سامنے ہے اور ان گناہوں کا حساب ہو رہا ہے کوئی جواب لائق ماننے کے بن نہیں پڑتا۔ یہ سب حال نظر میں ہوں گے تو بے اختیار ہاتھ جوڑ کر حاکم کے رُو برو عذر کرے گا کہ بیشک خطاوار ہوں کہیں ٹھکانا نہیں اگر کچھ سہارا ہے تو حضورؐ کے رحم کا، اسی کو استغفار کہتے ہیں۔ رات کو یہ کیجئے پھر صبح اٹھ کر یاد رکھیے کہ کل فلانے فلانے گناہ کیے تھے اور رات ان سے استغفار اور عہد کیا ہے سو آج وہ گناہ نہ ہونے پائیں اس تدبیر سے اگر اسی دن سارے گناہ ایک لخت نہ چھوٹیں گے تو کمی ضرور ہو جائے گی اور کچھ عرصہ میں تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ گناہ رہ سکیں۔ یہ ایسی تدبیر ہے کہ تھوڑے دن کرنے سے آدمی گناہوں سے بچ جاتا ہے اور دل میں گناہ کے وقت ڈر پیدا ہو جاتا ہے۔

## علم دین کی ضرورت

پھر اس کے لیے علم دین کی ضرورت ہوگی تاکہ معلوم ہو کہ یہ کام گناہ ہے اور یہ عبادت۔ سو علم دین حاصل کیجئے اور اگر کم فرصت ہونے کا عذر ہے تو کئی کتابیں اردو میں چھاپ دی گئی ہیں ان کو کسی سمجھ دار سے سبق سبق کر کے پڑھ لیجئے۔ ضرورت دفع ہونے کو کافی ہیں۔ کتابوں کو خود نہ پڑھیے کہ اس سے دل میں پہلے سے جو شبہے ہوتے ہیں وہ نہیں جاتے بلکہ اکثر نئے شبہے پیدا ہو جاتے ہیں جن سے نقصان ہوتا ہے۔

## خلاصہ سارے وعظ کا

خلاصہ سارے وعظ کا یہ ہوا کہ جنت لائق طلب کے ہے اور اس کا ذریعہ خواہش نفس کا چھوڑنا اور اس کا مددگار خوف ہے اور اس کا طریقہ ہے مراقبہ جس کا بیان ابھی ہو چکا۔ جب مراقبہ کیا تو خوف پیدا ہوا اس سے خواہش نفس کی چھوٹ گئی اس پر نتیجہ ہوگا فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى کہ ایسے شخص کا ٹھکانہ جنت ہے۔ اب دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ سمجھ اور عمل کی توفیق دیں فقط۔

تمہاری قوم کی تو ہے بنا ہی دین وایمان پر<br>
تمہاری زندگی موقوف ہے تعمیل قرآن پر<br>
تمہاری فتحیابی منحصر ہے فضل یزداں پر<br>
نہ قوت پر نہ کثرت پر نہ شوکت پر نہ ساماں پر

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

# اصلاح کا آسان نسخہ

منجملہ ارشاداتِ عالیہ حضرت حکیم الامّت مجدد الملت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہٗ

## دو رکعت نفل نماز توبہ کی نیّت سے پڑھ کر یہ دُعا مانگو

اے اللہ! میں آپ کا سخت نافرمان بندہ ہوں۔ مَیں فرمانبرداری کا ارادہ کرتا ہوں مگر میرے ارادے سے کچھ نہیں ہوتا اور آپ کے ارادے سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو مگر ہمت نہیں ہوتی۔ آپ ہی کے اختیار میں ہے میری اصلاح۔ اے اللہ میں سخت نالائق ہوں۔ سخت خبیث ہوں۔ سخت گنہگار ہوں۔ میں تو عاجز ہو رہا ہوں آپ ہی میری مدد فرمائیے۔ میرا قلب ضعیف ہے۔ گناہوں سے بچنے کی قوت نہیں۔ آپ ہی قوت دیجئے۔ میرے پاس کوئی سامان نجات نہیں۔ آپ ہی غیب سے میری نجات کا سامان پیدا کر دیجئے۔ اے اللہ جو گناہ مَیں نے اب تک کیے ہوں۔ انہیں تو اپنی رحمت سے معاف فرمائیے۔ گو مَیں یہ نہیں کہتا کہ آیندہ ان گناہوں کو نہ کروں گا۔ میں جانتا ہوں کہ آیندہ پھر کروں گا۔ لیکن پھر معاف کرا لوں گا۔

غرض اسی طرح سے روزانہ اپنے گناہوں کی معافی اور عجز کا اقرار اور اپنی اصلاح کی دُعا اور اپنی نالائقی کو خوب اپنی زبان سے کہہ لیا کرو۔ صرف دس منٹ روزانہ یہ کام کر لیا کرو۔ لو بھائی دوا بھی مت پیو۔ بدپرہیزی بھی مت چھوڑو۔ صرف اس تھوڑے سے نمک کا استعمال سوتے وقت کر لیا کرو۔ آپ دیکھیں گے کہ کچھ دن بعد غیب سے ایسا سامان ہو گا کہ ہمت بھی قوی ہو جائے گی۔ شان میں بھی بٹہ نہ لگے گا۔ دشواریاں بھی پیش نہ آئیں گی غرض غیب سے ایسا سامان ہو جاوے گا کہ آپ کے ذہن میں بھی نہیں ہے۔

# دینی تعلیم و تربیت کی اہمیت

ہمارے ملک میں چھوٹے بڑے دینی مدارس و مکاتب کا ایک سلسلہ قائم ہے جو کہ قناعت و استغنا اور توکل علی اللہ کو اپنا سرمایہ بناتے ہوئے دینی تعلیم و تربیت کے اہم کام میں مصروف ہیں۔ ان مدارس نے دین اسلام کا اس کے مزاج و کردار اور پوری خصوصیات کے ساتھ صرف تحفظ ہی نہیں کیا بلکہ ملت کے کروڑوں افراد اور ان کی آنے والی نسلوں کی حیاتِ ایمانی اور اسلامی تہذیب و تمدن سے وابستگی میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ کا ایک زریں باب ہے اس کے باوجود ایک طبقہ ایسا ہے جو دینی مدارس کی افادیت کا قائل نہیں ہے ساتھ ہی ان کے وجود کو غیر ضروری سمجھتا ہے چنانچہ اسکی یہ کوشش رہتی ہے کہ ان مدارس و مکاتب کو جدید تعلیم کے لیے استعمال کیا جائے جو کہ ملک و ملت کے حق میں مفید ہوگا۔

اس سلسلہ میں حکیم الاُمت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کا درج ذیل ارشاد گرامی مشعلِ راہ ہے۔

اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اس وقت علوم دینیہ کے مدارس کا وجود مسلمانوں کے لیے ایسی بڑی نعمت ہے کہ اس سے فوق متصور نہیں۔ دنیا میں اگر اسلام کی بقا کی کوئی صورت ہے تو یہ مدارس ہیں کیونکہ اسلام نام ہے خاص عقائد و اعمال کا جس میں دیانت، معاملات، معاشرات اور اخلاق سب داخل ہیں اور ظاہر ہے کہ عمل موقوف ہے علم پر اور علوم دینیہ کی ہر چند کہ فی نفسہ مدارس پر موقوف نہیں مگر حالات وقت کے اعتبار سے ضرور مدارس پر موقوف ہے۔[1]

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں کہ مدارس اسلامیہ میں بے کار پڑے رہنا بھی انگریزی میں مشغول ہونے سے لاکھوں کروڑوں درجہ بہتر ہے اس لیے گو لیاقت اور کمال حاصل نہ ہو لیکن کم از کم عقائد تو خراب نہ ہوں گے اور مسجد کی جاروب کشی اس وکالت اور بیرسٹری سے بہتر ہے جس میں ایمان میں تزلزل ہو اور خدا رسول صحابہؓ اور بزرگانِ دین کی شان میں بے ادبی ہو جو انگریزی کا اس زمانہ میں اکثر یہی بلکہ لازمی نتیجہ ہے ہاں جس کو دین ہی کے جانے کا غم نہیں وہ جو چاہے کہے اور کرے۔[2]

[1] تجدید تعلیم و تبلیغ صفحہ ۶۶ [2] تجدید تعلیم و تبلیغ صفحہ ۱۷۷

# القول العزیز

ہر تمنّا دل سے رخصت ہو گئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

ایک تم سے کیا محبّت ہو گئی
ساری دُنیا ہی سے نفرت ہو گئی

عشق میں ذلّت بھی عزّت ہو گئی
لی فقیری بادشاہت ہو گئی

مجذوبؔ رحمۃ اللہ علیہ

# القول العزیز

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی
بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں در اصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
"کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے"

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ